اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق اور ذمہ داریاں

Rights and Responsibilities of Non-Muslim Citizens in an Islamic State

*Dr. Fareed Ud Din Tariq

** Dr. Raja Majid Moazzam

*** Raza Ur Rehman

Abstract

Non-Muslim citizens living in an Islamic society have a special status and are treated in a particular way. The non-Muslims are known as Ahlul Dhimmi in an Islamic state. The Dhimmi means covenant, guarantee and protection. They are called so because they have been offered such a covenant by Allah, His messenger and the followers of Islam that provides them protection of a safe and secure life in an Islamic community. Therefore, on the basis of this covenant, they are under the protection and safety of Muslims. By virtue of this covenant, they become entitled to get all the rights which a state gives to its people after getting citizenship, and they have to fulfill the same responsibilities as well. In this article, where discussions has been held on the rights of non-Muslims in an Islamic society and state, a research-based review has also been taken about the obligations and responsibilities that Islam wants non-Muslims to fulfill in return of these rights so that they could play a positive role as a responsible citizen of the society.

Key words: Islamic state, non-Muslim citizens, Rights and responsibilities

---

* Assistant Professor, Department of Islamic studies, The University of Azad Jammu & Kashmir, Muzaffarabad, AJ&K

* Lecturer Department of Islamic studies, University of Kotli, AJ&K

*** Lecturer Govt. Boys Degree College, Chanari, Muzaffarabad, AJ&K

اسلام اپنے اصولوں پہ قائم ہونے والی ریاست کے اپنے مسلم اور غیر مسلم شہریوں کے باہمی تعلقات کی بنیاد بھی رواداری، عدل ور حمت اور تکریم انسانیت کے اصولوں پہ رکھتا ہے۔ قبل از اسلام انسانیت ان اقدار سے ناواقف تھی بلکہ ان کے فقدان کے باعث اسلام کے صدیوں بعد بھی مصائب میں مبتلا رہی اور آج تک مبتلا ہے انسان ان اقدار کو جدید معاشروں میں نافذ کرنے کی کوشش تو ضرور کرتا ہے مگر جب بھی کسی معاشرے میں یہ اس ہدف کے حصول میں کامیاب ہونے لگتا ہے ہوس، عصبیت، تنگ نظری اور انانیت اس پر غالب آجاتی ہیں اور یوں اسے دین، مذہب، جنس یا رنگ کی بنیاد پر دائمی پیکار کی طرف لے جاتی ہیں۔ اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کی ایک خاص حیثیت اور خاص معاملہ ہے۔ اسلامی اصطلاح میں مسلم معاشرے میں موجود غیر مسلم شہریوں کو "اہل ذمہ" یا "ذمی" کے نام سے جاتا ہے لفظ "الذمۃ" کے معنی "عہد، ضمانت اور امان" کے ہیں ان لوگوں کو یہ نام اس لیے دیا گیا کیوں کہ ان کے ساتھ اللہ، اس کے رسول اور مسلمانوں کی طرف سے ایک ایسا معاہدہ کیا گیا ہے جو انہیں اسلامی معاشرے میں اسلام کے زیر سایہ محفوظ و مطمئن زندگی کی ضمانت دیتا ہے چنانچہ یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ کیے گئے معاہدہ ذمہ کی بناء پر ان کی امان اور ضمانت میں ہیں۔ معاہدہ ذمہ سے غیر مسلموں کو وہ تمام حقوق حاصل ہوتے ہیں ریاست کی جانب سے رعایا کو "شہریت" ملنے پر دیے جاتے ہیں اور ویسی ہی ذمہ داریاں بھی ان پر عائد ہوتی ہیں۔ اس مقالے میں جہاں اسلامی معاشرہ اور ریاست کی جانب سے اپنے غیر مسلم شہریوں کو عطاء کیے جانے والے حقوق پر بحث کی جائے گی وہاں بالخصوص یہ تحقیقی جائزہ لیا جائے گا کہ ان حقوق کے ساتھ اسلام ان لوگوں پر کون سے فرائض اور زمہ داریاں عائد کرتا ہے تاکہ ان کو زمہ دار شہری کے طور پر معاشرے میں مثبت کردار کا حامل بنایا جا سکے۔

اسلام میں بین الاقوامی تعلقات کا تصور

اسلام نے اپنے نظام کی بنیاد صرف ایک چیز کو قرار دیا ہے وہ عقیدہ اور نظریہ ہے یہی کائنات کی بڑی اولین حقیقت ہے جس کی بنیاد پر بین الانسانی نظام مرتب کیا جاسکتا ہے۔ اسلام نے بلا تفریق رنگ و نسل اس کی بنیاد پہ انسانیت کو اکٹھا کیا ہے اس لیے اسلام میں رنگ و نسل کی بنیاد پر کوئی کسی سے بالاتر نہیں ہے۔ اسلامی ریاست اسی اصول مساوات کی بنیاد پر ہی دنیا سے تعلقات استوار کرتی ہے، اسلام اسی نظریہ وعقیدہ کی بنیاد پر دنیا کو مل بیٹھنے کی دعوت دیتا ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے:

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا[1] کہو! اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرائیں، اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنالے" اس دعوت کو قبول کرنے سے اگر وہ منہ موڑیں تو صاف کہہ دو کہ گواہ رہو، ہم تو مسلم (صرف خدا کی بندگی و اطاعت کرنے والے) ہیں۔"

اسلام نے نظریئے اور عقیدے کو ہی اجتماعیت کی بنیاد کہ طور پہ اختیار کیا ہے اسی بنیاد پہ اسلام کا سارا فلسفہ زندگی اور نظام حیات استوار ہوتا ہے اور یہی وہ بنیاد ہے جس پر اسلام کے قانون بین الاقوام کی اساس ہے جس پر اسلامی ریاست کے اپنے غیر مسلم شہریوں اور دوسری ریاستوں سے تعلقات منظم ہوتے ہیں۔ اسی طرح اسلام اپنے اصولوں پہ قائم ہونے والی ریاست کے دیگر ریاستوں سے تعلقات اور اپنے مسلم اور غیر مسلم شہریوں کے باہمی تعلقات کی بنیاد رواداری، عدل ور حمت اور تکریم انسانیت کے اصولوں پہ رکھتا ہے۔ ان اللہ یا مرکم بالعدل واحسان[(2)]": اللہ عدل اور احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ

خَلَقْنَا تَفْضِيلًا[3] یہ تو ہماری عنایت ہے کہ ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور انہیں خشکی و تری میں سواریاں عطا کیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی۔

اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہروں سے معاملات و تعلقات کے حوالے سے قرآنی تعلیمات

اسلام مسلم اور غیر مسلم شہریوں کے باہمی تعلقات کی بنیاد رواداری، عدل، نیکی اور رحمت پر رکھتا ہے۔ قبل از اسلام انسانیت ان اقدار سے ناواقف تھی بلکہ ان کے فقدان کے باعث اسلام کے صدیوں بعد بھی مصائب میں مبتلا رہی اور آج تک مبتلا ہے انسان ان اقدار کو جدید معاشروں میں نافذ کرنے کی کوشش تو ضرور کرتا ہے مگر جب بھی کسی معاشرے میں یہ اس ہدف کے حصول میں کامیاب ہونے لگتا ہے ہوس، عصبیت، تنگ نظری اور انانیت اس پر غالب آجاتی ہیں اور یوں اسے دین، مذہب، جنس یا رنگ کی بنیاد پر دائمی پکار کی طرف لے جاتی ہیں غیر مسلموں سے اس تعلق کی بنیاد اس ارشاد باری ہے:لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ * إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ أَن تَوَلَّوْهُمْ وَمَن يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ[4] اللہ تمھیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو جنہوں نے دین کے معاملہ میں تم سے جنگ نہیں کی ہے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا ہے اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ وہ تمہیں جس بات سے روکتا ہے وہ تو یہ ہے کہ تم ان لوگوں سے دوستی کرو جنہوں نے تم سے دین کے معاملہ میں جنگ کی ہے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے اور تمہارے اخراج میں ایک دوسرے کی مدد کی ہے ان سے جو لوگ دوستی کریں وہی ظالم ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کو تمام انسانوں کے ساتھ (اگرچہ وہ ان کے دین کا انکار ہی کیوں نہ کرتے ہوں) نیکی اور انصاف کا حکم دیا گیا ہے (جب تک کہ وہ اسلام کی راہ میں روڑے نہ اٹکائیں اور مسلمانوں پر ظلم نہ کریں) معاملات اور قانون سازی کے باب میں غیر مسلموں میں سے اہل کتاب ایک خاص مقام رکھتے ہیں اہل کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا دین دراصل کسی آسمانی صحیفہ پر مبنی تھا مگر بعد میں اس میں تحریف کر دی گئی مثلاً یہود و نصاریٰ جن کے دین کی بنیاد تورات اور انجیل پر ہے اس لیے قرآن ان لوگوں کے ساتھ صرف اچھائی کے ساتھ دینی مباحثے کی اجازت دیتا ہے تاکہ دلوں میں کدورت پہنچنے نہ پائے اور بحث و جدل تعصب و بغض کی آگ کو بھڑکا نہ سکے ارشاد باری ہے:وَ لَا تُجَادِلُوْۤا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَ قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِالَّذِیْۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَ اِلٰهُنَا وَ اِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ[5] اور اہل کتاب سے بحث نہ کرو مگر عمدہ طریقہ سے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ان میں سے ظالم ہوں۔ اور ان سے کہو کہ ہم ایمان لائے ہیں اس چیز پر بھی جو تمہاری طرف بھیجی گئی تھی۔ ہمارا خدا اور تمہارا خدا ایک ہی ہے اور ہم اسی کے مسلم فرمانبردار ہیں

اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کی حیثیت اور اقسام

اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کی ایک خاص حیثیت اور خاص معاملہ ہے۔ اسلامی اصطلاح میں مسلم معاشرے میں موجود غیر مسلم شہریوں کو "اہل ذمہ" یا" ذمی" کے نام سے جاتا ہے لفظ "الذمۃ" کے معنی "عہد، ضمانت اور امان" کے ہیں ان لوگوں کو یہ نام اس لیے دیا گیا کیوں کہ ان کے ساتھ اللہ، اس کے رسول اور مسلمانوں کی طرف سے ایک ایسا معاہدہ کیا گیا ہے جو انہیں اسلامی معاشرے میں اسلام کے زیر سایہ محفوظ و مطمئن زندگی کی ضمانت دیتا ہے چنانچہ یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ کیے گئے معاہدہ ذمہ کی بناء پر ان کی امان اور ضمانت میں ہیں معاہدہ ذمہ سے غیر مسلموں کو تقریباً وہی حقوق حاصل ہوتے ہیں جو

معاصر ریاست کی جانب سے رعایا کو "شہریت" ملنے پر دیئے جاتے ہیں اور ویسی ہی ذمہ داریاں بھی ان پر عائد ہوتی ہیں۔ اس بنا پر فقہاء کی اصطلاح میں[6] "ذمی" اہل دارالاسلام میں شامل کیے جاتے ہیں جبکہ معاصر علماء (عبد القادر عودۃ اور ڈاکٹر عبد الکریم زیدان) کی زبان[(7)] میں وہ اسلامی شہریت کے حامل ہیں یاد رہے کہ معاہدہ ذمہ ایک دائمی معاہدہ ہے جس کی رو سے غیر مسلم اپنے دین پر قائم رہ سکتے ہیں اور انہیں مسلمانوں کی طرف سے حفاظت اور نگہبانی کی ضمانت اس شرط پر ملتی ہے کہ وہ جزیہ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ ریاستی قانون کی پاسداری کریں گے۔ اسلامی قانون ذمیوں کو ان کی حیثیت کے لحاظ سے تین اقسام میں تقسیم کرتا ہے: غیر مسلم بھی اسلامی ریاست کے شہری ہوتے ہیں جنہیں مکمل حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہریوں کی اکثر مفکرین کے نزدیک تین اقسام ہیں اور مسلمان معاشروں میں اس تقسیم کے مطابق ان سے معاملات کیے ہیں۔

1۔ معاہدین، وہ شہری جو کسی صلح نامے یا معاہدے کے ذریعے اسلامی حکومت کے تحت آتے ہوں۔ یعنی وہ لوگ جو کسی جنگ کے بغیر یا دوران جنگ ذمی بن کر رہنے پر رضامند ہو جائیں اور صلح نامہ یا معاہدہ کے ذریعہ اسلامی حکومت کے تحت آجائیں۔

2۔ مفتوحین: وہ جو لڑنے کے بعد شکست کھا کر مغلوب ہوئے ہوں۔ یعنی جو جنگ میں آخر وقت تک لڑتے رہے ہوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کھا کر مغلوب ہوئے ہوں اور جن پر اب اسلامی حکومت کا اقتدار قائم ہو چکا ہو فقہی اصطلاح میں انہیں اہل العنوہ بھی کہا جاتا ہے۔

3۔ وہ جو جنگ اور صلح دونوں کے سوا کسی اور صورت سے اسلامی ریاست میں رہ رہے ہوں جیسے مستامنین وغیرہ۔

ان میں ایک اور قسم بھی شامل کر لی جائے تو یہ چار اقسام بن جاتی ہیں۔

4۔ وہ لوگ جو اسلام سے ارتداد اختیار کر کے کسی اور مذہب کو اپنا لیں۔[8]

اسلام کے قوانین صلح و جنگ کے لحاظ سے یہ پہلے تینوں گروہ ذمیوں کے عام حقوق میں یکساں شریک ہیں لیکن پہلے دونوں گروہوں کے احکام میں تھوڑا سا فرق ہے۔ البتہ چوتھے گرہ کے احکام مختلف ہیں۔ معاہدین کے بارے میں شریعت کا بنیادی قانون یہ ہے کہ ان سے صرف شرائط معاہدہ کے مطابق معاملہ کیا جائے گا اور جو شرائط طے پا گئی ہیں ان کی سختی سے پابندی کی جائے گی اور تبدیلی حکومت کے باوجود یہ شرائط تبدیل نہیں ہوں گی انکی حیثیت دائمی ہوگی الاّ یہ کہ خود اہل معاہدہ اس میں کسی ترمیم و اضافہ کی درخواست کریں اور وہ باہمی رضامندی سے طے پا جائیں اسلامی ریاست کو یہ اختیار بہر حال نہیں ہوگا کہ وہ معاہدہ میں من مانی تبدیلی کرے اسے یک طرفہ طور پر منسوخ کر دے یا ذمیوں کو جبراً کچھ نئی شرائط قبول کرنے پر آمادہ کرے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: (خبر دار! جو شخص کسی معاہدہ پر ظلم کرے گا یا اس کے حقوق میں کمی کرے گا یا اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بار ڈالے گا یا اس سے کوئی چیز اس کی مرضی کے خلاف وصول کرے گا اس کے خلاف قیامت کے دن میں خود مستغیث ہوں گا)[9] اسی طرح آپ نے ایک اور حدیث میں فرمایا: (اگر تم کسی قوم سے لڑو اور اس پر غالب آجاؤ اور وہ قوم اپنی اور اپنی اولاد کی جان بچانے کے لیے تم کو خراج دینا منظور کرے (ایک اور حدیث میں ہے) کہ تم سے صلح نامہ کرلے تو پھر بعد میں اس مقررہ خراج سے ایک دانہ بھی زائد نہ لینا کیونکہ وہ تمہارے لیے ناجائز ہو گا)[10]
مفتوحین کو اسلامی ریاست میں حسب ذیل حقوق حاصل ہوں گے:

(1) قبول جزیہ کے ساتھ ہی اسلامی حکومت پر ہمیشہ کے لیے عقد ذمہ قائم ہو جائے گا اور ذمیوں کے جان ومال کا تحفظ مسلمانوں پر فرض ہو گا ان کی املاک پر قبضہ کیا جائے گا اور نہ انہیں غلام بنایا جائے گا۔

(2) ذمیوں کو اپنی املاک پر مالکانہ تصرفات حاصل ہوں گے ان کی ملکیت ورثا کو منتقل ہو گی انہیں اپنی املاک میں بیع، ہبہ، رہن وغیرہ کے تمام حقوق حاصل ہوں گے اسلامی ریاست کو انہیں بے دخل کرنے کا کوئی حق نہ ہو گا[11]

(3) جزیہ کی رقم حسب استطاعت مقرر کی جائے گی یعنی مالداروں سے زیادہ متوسط لوگوں سے کم اور غریبوں سے بہت ہی کم جن کا اپنا ذریعہ آمدنی نہیں اور دوسروں کے سہارے گزر بسر کر رہے ہیں ان پر جزیہ معاف ہو گا۔

(4) جزیہ صرف اہل قتال (combatants) پر عاید ہو گا عورتوں، بچوں، بوڑھوں، معذوروں، راہبوں، عبادت گاہوں کے خادموں، مستقل مریضوں اور غلاموں سے جزیہ نہیں لیا جائے گا۔

(5) ذمیوں کی عبادت گاہوں کو علی حالیہ قائم رہنے دیا جائے گا حضرت عمرؓ کے عہد میں کسی بھی مفتوحہ علاقے کے گرجا یا صومعے کو ہاتھ نہیں لگایا گیا۔ قاضی ابو یوسفؒ لکھتے ہیں:

"ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا گیا نہ منہدم کیا گیا اور نہ ان سے کسی قسم کا تعرض کیا گیا"[12]

حضور اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں مسلمانوں نے بلا استثناء ذمیوں سے کیے گئے تمام معاملات میں ان کی عبادت گاہوں کے تحفظ کی ضمانت دی اور بعد کی حکومتوں نے بھی اس اصول پر سختی سے عمل کیا۔ معاہدین اور مفتوحین کے لیے ان خصوصی حقوق کے علاوہ اسلامی ریاست میں بسنے والے تینوں قسم کے اہل ذمہ کو حسب ذیل حقوق بھی حاصل ہوں گے۔

1۔ اسلام کا فوجداری قانون یوں تو ذمی اور مسلمان کے لیے یکساں ہے لیکن ذمیوں کو شراب کے معاملہ میں استثناء حاصل ہے امام مالک کے نزدیک انہیں زنا کے معاملہ میں بھی استثناء ہے وہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے اس فیصلے سے استدلال کرتے ہیں کہ ذمی اگر زنا کرے تو اس کا معاملہ اس کے اہل ملت پر چھوڑ دیا جائے۔

2۔ عقد ذمہ مسلمانوں کے لیے ابدی لزوم رکھتا ہے یعنی وہ اسے ایک بار باندھنے کے بعد پھر کبھی نہیں توڑ سکتے لیکن ذمیوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جب چاہیں اسے توڑ دیں ذمی خواہ کیسے ہی بڑے جرم کا ارتکاب کرے مسلمانوں کا عقد ذمہ ساقط نہیں ہوتا حتیٰ کہ جزیہ بند کرنے مسلمان کو قتل کرنے اور مسلمان عورت کی آبروریزی کرنے پر بھی ذمہ برقرار رکھتا ہے وہ ان جرائم پر قانون کے مطابق سزا تو پائے گا لیکن ذمہ (شہریت) سے خارج نہیں ہو گا۔ ہاں عہد ذمہ صرف دشمن سے جا ملنے اور صریح بغاوت کر کے فتنہ وفساد پھیلانے کی دو صورتوں میں ساقط ہو گا[13]

3۔ ذمیوں کے شخصی معاملات ان کے اپنے شخصی قانون (Personal Law) کے مطابق طے پائیں گے مثلاً ان کے ہاں اگر بغیر گواہوں کا نکاح، بلا مہر نکاح، زمانہ عدت میں نکاح ثانی یا محرمات کے ساتھ نکاح جائز ہے تو یہ سب صورتیں جائز ہی سمجھی جائیں گی حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے ایک استفتاء پر خواجہ حسن بصریؒ نے یہ فتویٰ دیا تھا:

"انہوں نے ذمیوں نے جزیہ دینا اسی لیے تو قبول کیا ہے کہ انہیں ان کے عقیدے کے مطابق زندگی بسر کرنے کی آزادی دی جائے آپ کا کام پچھلے طریقے کی پیروی کرنا ہے نہ کہ کوئی نیا طریقہ ایجاد کرنا[14]

4۔ ذمیوں کو اپنے محلوں اور بستیوں میں اپنے مذہبی مراسم اور قومی شعائر کو ادا کرنے کی مکمل آزادی ہوگی تاہم انہیں مسلمانوں کے محلوں میں کھلم کھلا اپنے مذہب کے شعائر ادا کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی، البتہ عبادت گاہوں کے اندر انہیں بہر حال مکمل آزادی حاصل ہوگی حکومت اس میں مداخلت نہیں کرے گی۔
المصار المسلمین (وہ مقامات جن کی زمین مسلمانوں کی ملکیت ہو اور جن کو مسلمانوں نے شعائر اسلام کی ادائیگی کے لیے مخصوص کر لیا ہو) میں ذمیوں کے قدیم معابد سے تعرض نہیں کیا جائے گا۔(15)

5۔ ذمیوں کو اپنے بچوں کے لیے مذہبی تعلیم کا انتظام کرنے، مدارس قائم کرنے اور اپنے درمیان اپنے مذہب کی تبلیغ واشاعت کا اہتمام کرنے کی پوری آزادی ہوگی وہ اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرنے میں بھی آزاد ہوں گے البتہ انہیں اسلام پر معاندانہ حملے کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

مرتدین

غیر مسلموں کی ایک انتہائی حساس قسم مرتدین کی ہے، مرتد وہ شخص ہے جو اسلام کو قبول کرنے کے بعد اسے رد کرے۔ وھبہ الزحیلی کے بقول: تقع الردۃ بمجردلرجوع عن الاسلام الی الکفر، سواء کان بالنیۃ ام بالفعل المکفر، ام بالقول- وسواء قال ذلک استھزاء ام عنادا او اعتماد آکمن انکر وجود الخالق، و نفی بعثۃ الرسل او کذب- رسولا ء او خلل حراما بلا جماع او حرم حلالا بالاجماع اونفیوجوب مجمع علیہ او اعتقد وجوب مالیس بواجب بالاجماع او عزم علی الکفر اوانکرشیئا معلوماً من الدین باضرورۃ16 اسلام کو چھوڑ کر کفر کی طرف صرف رجوع کرنے سے ارتداد واقع ہو جاتا ہے۔ کافر اس رجوع کی نیت کرے، اپنے عمل سے اس کا اظہار کرے یا زبان سے اعلان کرے۔ ایسا اس نے مذاق اڑانے کی غرض سے کیا ہو یا دشمنی سے یا عقیدے کے طور پر اظہار کیا ہو مثلاً جب خالق کے وجود کا انکار کیا ہو انبیاء کی بعثت کی نفی کی ہو، یا رسول ﷺ کی تکذیب کی ہو، یا اس چیز کو حلال قرار دیا ہو جو بالاجماع حرام ہے، اور اسے حرام قرار دیا ہو جو بالاجماع واجب نہیں، یا کفر پر پختگی کا اظہار کیا ہو یا کسی ایسی چیز کا انکار کیا ہو جو دین سے بدیہی طور پر معلوم ہو۔

مرتدین کے احکام

مرتدین غیر مسلموں کا جارحیت پسند گروہ ہے اس کو اصولی طور پر محاربین کا حصہ شمار کرنا چاہیے۔ چونکہ ان کی خصوصی حیثیت ہے اس لیے عہد نبوی ﷺ اور خلافت راشدہ میں ان کے بارے میں خصوصی بحث کی گئی ہے اور امام بخاری نے کتاب استتابۃ المرتدین اور معاندین کے عنوان سے مستقل باب باندھا ہے۔(17) امام بخاری نے حکم المرتد والمرتدۃ کے عنوان کے تحت وہ تمام آیات جمع کر دی ہیں جو اس موضوع سے تعلق رکھتی ہیں وہ لکھتے ہیں۔ و قال ابن عمرو الزھری و ابراھیم: تقتل المرتدۃ و استتابتھم و قال اللہ تعالیٰ: كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَ شَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّ جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ،اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ،خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ،اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْا ۟ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ،اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ18 اللہ ایسے لوگوں کو کیوں کر ہدایت دے جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گے اور پہلے اس بات کی گواہی دے چکے کہ یہ پیغمبر برحق ہے اور ان کے پاس دلائل بھی آگئے اور اللہ بے انصافوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ ان لوگوں کی سزا یہ کہ کہ ان پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور انسانوں کی سب کی لعنت ہو۔ ہمیشہ اس لعنت میں گرفتار

رہیں گے۔ اس سے نہ تو عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔ ہاں جنہوں نے اس کے بعد توبہ کی اور اپنی حالت درست کرلی تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے جو لوگ ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے اور پھر کفر میں بڑھتے گئے ایسوں کی توبہ ہر گز قبول نہیں ہو گی اور یہ لوگ گمراہ ہیں۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا[19] جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے، پھر ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر کفر میں بڑھتے گئے ان کو اللہ نہ تو بخشے گا اور نہ سیدھا راستہ دکھائے گا۔ ان جیسی بہت سی آیات ہیں جن پر غور کریں تو معلوم ہو گا کہ ان سے میں دین سے ارتداد کا تذکرہ ہے۔ پھر اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ کافر ہمیشہ کوشش کریں گے کہ مسلمانوں میں ارتداد پھیلے۔ یہ بھی بتایا گیا کہ ارتداد کا سبب دنیا کی محبت ہو گی۔ اور یہ بھی واضح کیا گیا کہ مرتد کے اعمال ضائع جائیں گے اور وہ جہنم کا مستحق ہو گا۔ کفر ہمیشہ ہر حربہ استعمال کرے گا کہ مسلمانوں کو دین سے بہکائے حتیٰ کہ طاقت کے استعمال سے بھی گریز نہیں کرے گا۔ کیونکہ ایمان کفر اور اس کے سرپرست شیطان کی سرگرمیوں کے خلاف سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ارتداد کی سخت وعید اور انتہائی سخت سزا سنائی ہے۔

صدیق اکبرؓ کے زمانے میں جب بعض قبائل نے ارتداد کی راہ اختیار کی تو صدیق اکبرؓ نے ان سے جنگ کی۔ امام بخاریؒ نے اس صورت حال کو ایک روایت میں بیان کیا ہے:ان ابا هريرة قال لما تو فى النبي واستخلف ابوبكر و كفر من كفر من العرب قال عمر: يا ابوبكرا كيف تقاتل الناس و قد قال رسول الله امرت ان اقاتل الناس حتى يقولو الااله الله عصم منى ماله و نفسه الا بحقه و حسابه علي الله ، قال ابوبكر: و الله لاقاتلن من فرق بين الصلوة و الزكوة فان الزكوة حق المال والله لو منعوني عنا قا كانوا يؤ دونها الى رسول الله لقاتلتهم علي منعها قال عمر فوالله ماهو الاان رأيت أن قد شرح الله صدر أبي بكر للقتال فعرفت انه الحق[20] ابو ھریرہؓ کہتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ کا وصال ہوا اور ابو بکرؓ خلیفہ بنے تو عرب قبائل کے لوگوں میں سے جنہوں نے کفر اختیار کرنا تھا اختیار کیا۔ عمرؓ نے کہا! ابو بکرؓ! تم لوگوں سے کیسے جنگ کرو گے جب کہ رسول ﷺ نے فرمایا: مجھے لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ وہ یہ اقرار کریں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ان کا مال اور جان محفوظ ہیں الّا یہ کہ حق اسلام کا تقاضا ہو اور ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ ابو بکر نے کہا: اللہ کی قسم میں ان لوگوں سے جنگ کروں گا جو صلوۃ اور زکوۃ میں تفریق کرتے ہیں زکوٰۃ مالی حق ہے اللہ کی قسم اگر وہ بکری کا بچہ بھی دینے سے انکار کریں جو وہ رسول ﷺ کو دیتے تھے تو میں اس انکار پر جنگ کروں گا۔ عمرؓ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم کہ جب اللہ نے ابو بکرؓ کا سینہ جنگ کے لیے کھول دیا تو مجھے معلوم ہوا کہ یہی حق ہے۔

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ مرتدین سے جزیہ نہیں وصول کیا جائے گا کیونکہ اس کے لیے خاص حکم ہے یا تو وہ توبہ کر کے اسلام کی طرف لوٹ آئیں یا قتل کے لیے تیار ہو جائیں۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ پہلے نقل کیا جا چکا ہے کہ جو شخص دین تبدیل کرے اسے قتل کرو۔[21]

مستامین

اسلامی حکومت کے مسلم اور غیر مسلم شہریوں کے علاوہ دارالحرب یا دارالعہد سے تعلق رکھنے والے ایسے غیر مسلم باشندے بھی اسلامی حکومت میں عارضی طور پر رہائش پذیر ہوتے ہیں جنہیں "مستامنین" یا پناہ گزین کہا جاتا ہے، پناہ گزین اسلامی ریاست کے وہ غیر ملکی باشندے ہوتے ہیں جو اس ریاست کی پناہ حاصل کر کے اس میں داخل ہوتے ہیں اور انہیں ملک میں

داخل ہونے کا اجازت نامہ دیا جاتا ہے جسے آج کل ویزا کہا جاتا ہے۔ اسی طرح دیگر ممالک کے سفارتی عملہ بھی اس میں شامل ہے۔ مستامین کا تحفظ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ امام محمد الشیبانی نے یہ اصول بیان کیا ہے: حرمة قتل المستامن من حق اللہ[22] یعنی مستامن کے قتل کی حرمت حقوق اللہ میں سے ہے۔ دشمن ملک کا وہ شہری جو عارضی طور پر اجازت لے کر دارالاسلام میں آئے۔ اس کے جان و مال کے تحفظ کی ذمہ داری بحیثیت مجموعی امت مسلمہ پر عائد ہوتی ہے۔ جس طرح دیگر حقوق اللہ ہیں اسی طرح غیر مسلموں کا تحفظ بھی حقوق اللہ سے ہے۔ عام اصول یہ ہے کہ پناہ گزین کے بھی وہی حقوق و فرائض میں جو کہ ذمی کے ہیں البتہ انہیں سیاسی حقوق حاصل نہیں ہوں گے کیونکہ وہ اسلامی ریاست کا شہری نہیں ہیں۔ باقی عمومی حقوق اسے حاصل ہوں گے مثلاً بیت المال سے کفالت، مقررہ مدت تک قیام کا حق اور مختلف قسم کی شخصی آزادیاں وغیرہ، اگر کسی خاص وجہ سے اسلامی حکومت اسے نکالنا مناسب سمجھے تو اسے نکال سکتی ہے۔ آج کل مختلف ممالک میں یہی قوانین رائج ہیں پناہ گزین شخصی حقوق کے دائرہ میں مسلم اور غیر مسلم دونوں سے مالی معاملہ کر سکتا ہے اسے منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد کے مالکانہ حقوق حاصل ہیں یہاں تک کہ وہ کسی مسلمان پر شفعہ بھی کر سکتا ہے آج جدید ممالک میں غیر ملکی کو جو حقوق دیئے جاتے ہیں اس کے مقابلے میں یہ حقوق زیادہ ہیں کیونکہ غیر ملکی عموماً غیر منقولہ جائیداد کے مالک نہیں بن سکتے۔[23]

ہاں اگر غیر ملکی ایسی کوئی چیز دارالحرب لے جا رہا ہو جس سے دارالحرب کو تقویت ملتی ہو تو اس صورت میں اسے اس طرح کی کوئی چیز لے جانے سے روکا جا سکتا ہے البتہ اگر وہ اس طرح کی کوئی چیز لے کر آیا تھا تو پھر اسے لے جانے کی بھی اجازت ہوگی یہ قانون بھی ایکسپورٹ کے ان قوانین سے ملتا جلتا ہے جن کی بناء پر دور حاضر میں مختلف ممالک اپنے ملک کے مفاد میں کسی خام ایٹم کے ایکسپورٹ کی اجازت نہیں دیتے۔

اسلامی ریاست میں جس طرح پناہ گزین کو عمومی عدالتی احکام تسلیم کرنے پڑتے ہیں اسی طرح فوجداری قوانین کا بھی اس پر اطلاق ہوتا ہے، پناہ گزین کے ان حقوق کا تحفظ بین الاقوامی قانون یا کسی معاہدہ کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ یہ حقوق اسے شریعت نے دیئے ہیں اور ایک اسلامی ریاست کو وہ پابند کرتی ہے کہ وہ ان حقوق کا لحاظ کرے اگرچہ اس غیر ملکی پناہ گزین کا ملک ان قوانین کا احترام نہ بھی کرتا ہو بلکہ وہ اسے پناہ دینے کی وجہ سے اسلامی ملک کے لیے مشکلات پیدا کر رہا ہو تب بھی اسلامی ریاست اپنی ذمہ داری پوری کرے گی۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے صراحت کر دی ہے کہ کسی پناہ گزین کو اس کی مرضی کے بغیر اس کے ملک کے حوالہ نہیں کیا جائے گا خواہ کسی مسلمان قیدی سے تبادلہ کی صورت ہی کیوں نہ ہو بلکہ فقہاء تو یہاں تک کہتے ہیں کہ اگر اس پناہ گزین کو اس کے ملک کے حوالہ نہ کرنے پر اس کا ملک اعلان جنگ کی دھمکی بھی دے تب بھی اسلامی ملک کے لیے جائز نہیں ہے کہ اسے اس ملک کے حوالہ کرے، کیونکہ اس کا تحفظ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے[24] اس تعلق کی بنیاد یہ ہے کہ انہیں بحیثیت اسلامی ریاست کے شہری کے شرعی قوانین کی پابندی کرنا ہوگی خواہ وہ مسلمان ہوں یا ذمی ہو اسلام کے فواجداری قوانین کا اطلاق ریاست سے باہر بھی کیا جائے گا تاکہ اسلامی ریاست کی حدود سے باہر اس ریاست کے مسلم اور غیر مسلم شہریوں کے معاملات کے فیصلے کیے جا سکیں[25] ایسے ہی دارالحرب میں مالی معاملات کا بھی اعتبار کیا جاتا ہے اور اس کی وجہ سے اسلامی ملک میں بھی ان مالی امور کا فیصلہ دیا جائے گا خواہ وہ معاملہ دو حربیوں کے درمیان ہو یا حربی اور مسلمان کے درمیان ہو، یا حربی اور ذمی کے درمیان ہو، یا یہ معاملہ ایک اسلامی ملک کے ان مسلمان اور غیر مسلم شہریوں کے درمیان ہو جو کسی محارب غیر مسلم ملک میں پناہ لے کر (ویزا حاصل کر کے) داخل ہوئے ہوں، شوافع، زیدیہ، شیعہ امامیہ اور حنابلہ کے نزدیک اصول یہی ہے ہاں

اگر معاملہ مسلمان اور مسلمان کے درمیان ہے یا مسلمان اور ذمی کے درمیان ہے یا ذمی اور ذمی کے درمیان ہے اور یہ کسی اسلامی ملک کے شہری ہوں تو پھر ان کے مالی امور کا فیصلہ اسلامی ملک میں ہوں گا کیونکہ اسلامی ریاست کو اپنے شہریوں پر مکمل اختیار حاصل ہے البتہ اگر ایک فریق کا تعلق غیر اسلامی محارب ملک سے ہے اور وہ مالی معاملہ بھی غیر اسلامی ملک میں ہو تو پھر احناف کے نزدیک ان کا فیصلہ اسلامی ملک نہیں کرے گا خواہ دوسرے فریق کا تعلق اسلامی ملک ہی سے ہو۔ قانونی نقطہ نظر سے اصول تو یہ ہے کہ اسلامی ملک کو ان کے معاملات میں دخل دینے کا حق نہیں ہے اور وہ ان کے عدالتی دائرہ کار میں نہیں آتے الا یہ کہ ایسے عوامل پیدا ہو جائیں جو اس قسم کا جواز پیدا کر دیں مثلاً یہ کہ دوسرا فریق اسلامی ملک کا شہری ہو یا یہ مسلمان اس اسلامی ملک میں مقیم ہو، خواہ اس کی اقامت عارضی ہی ہو اس کے علاوہ دیگر صورتوں میں بقول ڈاکٹر حمید اللہ "مسلمانوں کے تحفظ کی کوشش ایک اخلاقی فرض ہے اگر غیر اسلامی ملک کا شہری کسی اسلامی ملک کا شہری بننا چاہتا ہے تو وہ اپنے اس ارادے سے ریاست کو آگاہ کرے اور صرف دو ہفتے اس اسلامی ملک میں رہنے کی وجہ سے وہ اس کا شہری بن جائے گا اور اس کے تمام حقوق و فرائض وہی ہونگے جو دیگر شہریوں کے ہوں گے [26]

(ھ) اب ایک صورت یہ رہ جاتی ہے کہ وہ مسلمان جو کسی دوسرے مسلمان ملک، معاہد غیر مسلم ملک یا محارب غیر مسلم ملک کے شہری ہوں تو ان کی پوزیشن ایک اسلامی ملک میں کیا ہو گی؟ یہ بات تو ظاہر ہے کہ گو کہ وہ اسلامی ملک کے شہری نہیں ہیں لیکن بحیثیت امت مسلمہ کے افراد ہونے کے ان کے درمیان اسلامی اخوت کا رشتہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اسلامی ممالک اپنے اپنے دستور میں حق شہریت کے حصول کے لیے قوانین بنائیں اور صراحت کریں مسلمان کس طرح انکے ملک کے شہری بن سکتے ہیں جس طرح مقبوضہ فلسطین کے یہودی حکام نے دنیا کے کسی بھی کونے میں رہنے والے یہودی کے لیے حقوق شہریت کے حوالہ سے قوانین بنائے ہیں آج مختلف اسلامی ممالک کا وجود اور ان میں متعدد قوانین اور عدالتی نظام، قوانین کے اختلاف اور عدالتی دائرہ کار سے متعلق بے شمار مسائل پیدا کر رہے ہیں اس لیے اسلامی ممالک کو چاہئے کہ وہ دور حاضر کے تقاضوں اور دنیا کے مظلوم مسلمانوں کے مسائل کو پیش نظر مسلمانوں کے لیے شہریت کی شرائط کو آسان بنائیں۔

اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کے فرائض وذمہ داریاں

اس سے قبل یہ بحث ہو چکی کہ اسلامی معاشرہ غیر مسلم شہریوں کو کیا حقوق عطا کرتا اور ان کے تحفظ کو کیسے یقینی بناتا ہے۔ ان حقوق کے مقابل اسلام ان لوگوں پر کچھ فرائض عائد کرتا ہے جو درج ذیل ہیں:

1۔ مالی فرائض: جزیہ، خراج اور تجارتی ٹیکس کی ادائیگی۔

2۔ دیوانی معاملات وغیرہ میں قانون اسلامی کی پابندی۔

3۔ مسلمانوں کے دینی شعائر اور حساسات وجذبات کا خیال رکھنا۔

1۔ جزیہ وخراج کی ادائیگی

جزیہ ایک ایسا سالانہ فی کس ٹیکس ہے جو بالغ اور استطاعت رکھنے والے مردوں پر ان کی وسعت کے مطابق لگایا جاتا ہے جبکہ مفلس، نادار لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ (اللہ نے جس کو جتنا کچھ دیا ہے اس سے زیادہ کا وہ مکلف نہیں کرتا)۔ جزیہ کی مقدار کی کوئی حد مقرر نہیں بلکہ اس کا دارومدار حکم کی سوابدید پر ہے۔ وہ ادا کرنے والوں کی استطاعت کا خیال رکھنے اور ان پر ان کی وسعت کے مطابق بوجھ نہ ڈالنے کا اسی طرح پابند ہے جس طرح وہ امت کی عام مصلحت

کے خیال رکھنے کا پابند ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مالدار لوگوں پر اڑتالیس درھم، متوسط طبقے کے افراد پر چوبیس درھم اور نچلے درجے کے لوگوں پر بارہ درھم مقرر کیے۔ اس طرح ٹیکس دہندگان کی حیثیت کے مطابق شرح محاصل میں تفاوت کا حصول جدید نظام محاصل سے بہت پہلے وضع کیا۔ آنحضرت ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن بھیجتے ہوئے فرمایا تھا کہ ہر بالغ سے ایک دینار وصول کرنا کیونکہ اہل یمن کے ہاں اُس وقت فقر غالب تھا، لہذا نبی کریم ﷺ نے ان کی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ حکم جاری فرمایا تھا۔ نبی کریم ﷺ کے دور میں اہل بحرین سے بھی جزیہ وصول کیا گیا تھا۔ اسی طرح خلفاء راشدین نے اہل کتاب اور تمام مفتوعہ علاقوں سے جزیہ وصول کیا اس پر مسلسل عمل ہونے کی وجہ سے اس کی حیثیت اجماع کی ہو گئی۔

خراج دراصل ذمیوں کی ملکیت میں باقی رہنے والے رقبہ پر عائد کیے جانے والے ٹیکس کا نام ہے چونکہ شرح خراج کے تعین کا اختیار حاکم ہو حاصل ہے لہذا وہ چاہے توان لوگوں کی زرعی پیداوار میں کسی مخصوص شرح پر شراکت طے کرلے یا زمین کی نوعت کے لحاظ سے کوئی مقدار مقرر کردے۔ جزیہ و خراج میں فرق یہ ہے کہ ذمی کے قبول اسلام پر جزیہ تو ساقط ہو جاتا ہے لیکن خراج ساقط نہیں ہوتا بلکہ وہ اس کا بدستور پابند رہتا ہے۔ اپنے اصل دین پر قائم رہنے والے ذمی کو خراج دینے کے علاوہ پیداوار کا عشر یا نصف عشر ہی دینا ہو گا۔ خراج کو اس ٹیکس کی طرح قرار دیا جاسکتا ہے کہ جسے آج کل غیر منقولہ املاک پر عائد کیا جاتا ہے۔ اسی طرح عشر زرعی فوائد پر ایک طرح کا ٹیکس سمجھا جاسکتا ہے۔

ذمیوں سے جزیہ کیوں وصول کیا جاتا ہے؟

اسلام نے اپنے پیروؤں پر فوجی خدمت کو فرض کفایہ یا فرض عین کے طور پر عائد کیا۔ اور ریاست کے دفاع کی ذمہ داری بھی ان ہی کے سپرد کی ہے جبکہ غیر مسلموں کو ان کے اسلامی ریاست میں رہنے کے باوجود اس سے معاف رکھا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی ریاست ایک عقیدہ، یا معاصر اصطلاح میں "آئیڈیالوجی" پر قائم ریاست ہے۔ اور ایسی ریاست کے دفاع میں وہ لوگ نہیں لڑا کرتے جو اس آئیڈیالوجی کے قائل نہ ہوں اور شخص کو ایسے نظریے کی خاطر سر ہتھیلی پر رکھنے کے لیے کہنا جسے وہ باطل سمجھتا ہو کوئی معقول بات نہیں، بلکہ اکثر دوسروں کا دین خود انہیں کسی اور مذہب کی حفاظت کرنے اور اس کی خاطر جنگ لڑنے کی جازت نہیں دیتا۔ جہاد ایک مقدس دینی فریضہ اور ایسی عبادت ہے جس کے ذریعے ایک مسلمان اپنے خدا کا قرب حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ ایک مجاہد کا ثواب دن بھر روزہ رکھنے اور رات بھر قیام کرنے والے عبادت گزار سے بھی زیادہ ہے۔ اسی لیے فقہا کا کہنا ہے کہ ایک مسلمان کو سب سے زیادہ تقرب دلانے والی عبادت جہاد ہی ہے۔ چنانچہ اسلام نے جہاد فقط اسلام پر ہی فرض کیا ہے۔ البتہ اسلام اپنے مسلم شہریوں پر دفاع و حفاظت وطن کے اخرجات میں جزیہ کے ذریعے شریک ہونے کی پابندی ضرور لگاتا ہے۔ لہذا جزیہ کی ادائیگی ذمیوں کی جانب سے اسلامی حکومت تسلیم کرنے کی علامت ہے۔

درحقیقت یہ ان عسکری خدمات کا مالی عوض ہے جو فقط مسلمانوں پر واجب کی گئی ہیں۔ جزیہ کی ادائیگی کا پابند فقط وہ مرد ہے جو ہتھیار اٹھانے کے قابل ہوں، یہ نہ تو عورتوں اور نہ ہی بچوں پر لاگو کیا جاتا ہے کیوں کہ وہ جنگ لڑنے والوں میں سے نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "اسے عورتوں اور لڑکوں پر مت لگاؤ" چنانچہ فقہاء کا کہنا ہے کہ کوئی عورت دارالاسلام میں داخلے کی اجازت کی غرض سے جزیہ اداء کرنا چاہے تو اس سے جزیہ لینا ناحق ہو گا۔ اور اگر وہ خاتون (یہ جانتے ہوئے کہ اس پر جزیہ نہیں) اپنی خوشی سے دے اس سے ہدایہ قبول کیا جائے گا۔ بوڑھے، نابینا، ذہنی و جسمانی معذور اور وہ افراد جو ہتھیار

نہیں اٹھا سکتے عورتوں اور بچوں ہی کی مانند جزیہ کی ادائیگی سے مستثنیٰ ہیں۔ مسلمانوں کی رواداری کا ایک بین ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے عبادت کی نیت سے اپنی خانقاہوں سے الگ تھلگ ہونانے والے راہبوں کو بھی جزیہ سے مستثنیٰ قرار دے دیا کیوں کہ یہ لوگ جنگ میں حصہ نہیں لیا کرتے۔[27] مزید برآں ذمیوں پر جزیہ لگائے جانے کی ایک وجہ اور بھی تھی یہ وہی وجہ ہے جس کے باعث کوئی بھی حکومت عوام پر ٹیکس عائد کرتی ہے ٹیکس کا مقصد لوگوں کو رفاہ عامہ کے کاموں اور حکومت کی دیگر سرگرمیوں جیسے عدلیہ، پولیس، سڑکیں بنوانے، پل تعمیر کروانے اور اپنی مسلم و غیر مسلم رعایا کو مناسب زندگی کی کفالت جیسے فرائض پر اٹھنے والے اخراجات کی ادائیگی میں شریک کرنا ہے۔ ان سب میں مسلمان تو صدقہ فطرہ وغیرہ کے علاوہ اپنے اموال، کاروبار، مویشیوں، کھیتوں اور پھلوں وغیرہ کی زکوٰۃ ادا کر کے شریک ہوتے ہی ہیں۔ اور غیر مسلموں سے ایک معمولی رقم کی صورت میں حصہ لینے کو کہا جائے تو کوئی تعجب نہیں۔

محصول تجارت

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں منتقل ہونے کی صورت میں ذمیوں پر سال میں ایک مرتبہ مال تجارت کا نصف عشر وعائد کیا تھا جو کہ آج کل لی جانی والی کسٹم ڈیوٹی سے مشابہ تھا۔ حربیوں پر لگائے جانے والا ٹیکس معاملہ بالمثل کے باب سے تھا۔ چنانچہ جب زیاد بن حدیر سے پوچھا گیا کہ عشر وصول کیا کرتے تھے تو انھوں نے جواب دیا ہم کسی مسلمان یا ذمی سے عشر وصول نہیں کرتے تھے بلکہ اہل حرب کے تاجروں سے بالکل اسی طرح عشر وصول کرتے جس طرح ان کے ہاں جانے پر وہ ہم سے وصول کیا کرتے تھے۔[28]

2۔ اسلامی ریاستی قانون کی پابندی

اہل ذمہ کی دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ مسلمانوں پر نافذ شدہ اسلامی احکام کی پابندی کریں کیونکہ وہ معاہدہ ذمہ کی رو سے اسلامی ریاست کے شہری ہیں لہذا ان کے لیے ضروری ہے کہ ایسے تمام ریاستی قوانین کی پابندی کریں جو ان کے عقائد اور مذہبی آزادی سے مس نہیں رکھتے۔ احکام شریعت میں سے مسلمانوں کے احکام عبادات یا ایسے حکام جو عبادت کا یا دینی رنگ لیے ہوئے ہوں لاگو نہیں ہوتے۔ مثلاً زکوٰۃ جو کہ بیک وقت ایک محصول بھی ہے عبادت بھی یا جہاد جو کہ ایک اسلامی فریضہ ہے۔ اور فوجی خدمت بھی۔ اس لیے اسلام نے ان کے دینی احساسات کا خیال رکھا ہے کہ ان پر کوئی اسلامی عبادت واجب نہ کی جائے اور ان پر جہاد اور زکوٰۃ کی بجائے صرف جزیہ عائد کیا جاتا ہے۔ شخصی اور اجتماعی معاملات کے حوالے سے اپنے مذہب کی حلال کردہ اشیاء سے دستبردار ہو جانے کی ان پر کوئی پابندی نہیں اگرچہ وہ اشیاء اسلام میں حرام ہی کیوں نہ ہوں۔ مثلاً نکاح و طلاق کے امور، سور کا گوشت کھانا اور شراب پینا۔ لہذا اسلام انہیں ہر اس کام کی اجازت دیتا ہے کہ جس کے حلال ہونے کے وہ قائل ہیں اور نہ تو ان کاموں کو باطل قرار دیتا ہے اور نہ ہی ان پر کوئی سزا مقرر کی گئی ہے۔ چنانچہ اپنی کسی محرم سے شادی کرنے والے مجوسی یا اپنی بھتیجی سے نکاح کرنے والے یہودی یا سور کا گوشت کھانے اور شراب پینے والے نصرانی سے اسلام کوئی تعرض نہیں کرتا جب تک یہ لوگ ان امور کو حلال سمجھتے رہیں۔ چنانچہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ ان لوگوں کے اعتقادات سے کوئی تعرض نہ کریں لیکن اگر یہ لوگ مسلمانوں کی شریعت سے ان امور کے بارے میں فیصلہ طلب کریں تو ہم ان کے درمیان اسلامی احکام کے مطابق فیصلہ کریں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ اَنِ احۡکُمۡ بَیۡنَہُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ وَ لَا تَتَّبِعۡ اَہۡوَآءَہُمۡ وَ احۡذَرۡہُمۡ اَنۡ یَّفۡتِنُوۡکَ عَنۡۢ بَعۡضِ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ اِلَیۡکَ [29] پس اے نبی ﷺ! تم اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق اِن لوگوں کے معاملات کا

فیصلہ کرو اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔ ہوشیار ہو کر کہ یہ لوگ تم کو فتنہ میں ڈال کر اس ہدایت سے ذرہ برابر منحرف نہ کرنے پائیں جو خدا نے تمہاری طرف نازل کی ہے۔

بعض فقہا کی رائے میں جب یہ لوگ اپنا مقدمہ ہمارے سامنے لائیں تو ہمیں اپنی شریعت کی روشنی میں فیصلہ کرنے یا کسی فیصلہ سے توقف کرنے کا اختیار ہے۔ ان شخصی امور کے علاوہ جان و مال اور عزت کے یعنی دیوانی و فوجداری وغیرہ معاملات میں وہ لوگ مسلمانوں ہی کی مانند شریعت اسلام کے پابند ہیں، اس بارے میں فقہاء کا کہنا ہے کہ ان لوگوں کو اجمالاً وہی حقوق حاصل ہیں جو ہمیں۔ اور ان پر وہی فرائض عائد ہوتے ہیں جو ہم پر ہیں۔ لہذا اگر کوئی ذمی چوری کرے تو اس پر حد اسی طرح جاری کی جائے گی جس طرح مسلمانوں پر جاری کی جاتی ہے اور جس نے قتل یا راہزنی کی واردات کا ارتکاب کیا یا مال چھینا یا زنا کیا یا کسی پاک باز عورت پر تہمت لگائی یا اسی طرح کا کوئی اور جرم کیا تو اسے گرفتار کر کے وہی سزا دی جائے گی جو ایک مسلمان کے لیے مقرر ہے۔ کیوں کہ یہ چیزیں ہمارے دین میں حرام ہیں اور وہ لوگ ان تمام باتوں میں اسلام کے حکم کے پابند ہیں جس میں ان کی مذہب کی مخالف نہ ہوتی ہو۔

3۔ مسلمانوں کے احساسات کا احترام اور مقدسات (شخصیات، ومقامات) کی تعظیم

ذمیوں کی تیسری ذمہ داری یہ ہے کہ جن مسلمانوں کے درمیان وہ بستے ہیں ان کے احساسات کا احترام کریں اور جو اسلامی ریاست ان کو حفاظت اور رعایت فراہم کرتی ہے اس کے بقاء کا خیال رکھیں۔ چنانچہ اسلام، پیغمبر اسلام، یا قرآن مجید کی توہین اور ریاست کے عقیدہ اور مذہب کے منافی تمام ایسے عقائد وافکار کی ترویج کی اجازت جو ان کے عقائد کا کسی طرح حصہ نہ ہوں۔ جیسے تثلیث و مسیح علیہ السلام کا سولی دیا جانا وغیرہ عیسائیوں کے عقیدے کا حصہ ہیں۔ ان کے لیے کھلم کھلا شراب پینے سور کا گوشت کھانے اور اسی طرح دوسری اشیاء جو اسلام میں حرام ہیں استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔ اور انہیں یہ چیزیں مسلمانوں کو فروخت کرنے کی اجازت بھی نہیں کیونکہ اس سے اسلامی معاشرے میں خرابی پھیلنے کا اندیشہ ہے۔ ان پر لازم ہے کہ رمضان کے دنوں میں مسلمانوں کے جذبات کا خیال کرتے ہوئے اعلانیہ طور پر کھانے پینے سے احتراز کریں۔ ان پر لازم ہے کہ کوئی ایسا کام اعلانیہ طور پر نہ کریں جو اسلام اپنے پیروکاروں کے لیے بُرا سمجھتا ہے۔ اگرچہ وہ ذمیوں کے مذہب میں مباح ہیں کیوں نہ ہو۔ اور یہ کہ وہ کسی ایسی صورت میں باہر نہ نکلیں جس سے مسلمانوں کی اکثریت للکارے جانے کا تاثر ملتا ہو کہ معاشرہ کے تمام عناصر سلامتی اور موافقت کے ساتھ رہ سکیں۔

خلاصہ بحث

مسلم ریاست میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق سے متعلق قرآن وحدیث کے واضح احکامات، عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دورِ صحابہ میں غیر مسلم شہریوں سے حسن سلوک کے نظائر کے ذریعے اس امر کی وضاحت ہو چکی ہے کہ اسلام غیر مسلموں کو نہ صرف مسلمانوں جیسے تمام حقوق عطا کرتا ہے بلکہ انہیں ہر قسم کا تحفظ بھی دیتا ہے. کئی صدیوں پر مشتمل اسلامی تاریخ میں اس کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں. گزشتہ صفحات میں کی گئی بحث سے استنباط کرتے ہوئے اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کے بنیادی حقوق سے متعلق درج ذیل قواعد اور شرعی اصول (legal maxims) اَخذ کیے جاسکتے ہیں:

- قبول جزیہ کے ساتھ ہی اسلامی حکومت پر ہمیشہ کے لیے عقد ذمہ قائم ہو جاتا اس لیے غیر مسلم شہریوں کی جان ومال اور عزت وآبرو کا تحفظ مسلم ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اسلامی ریاست میں مسلم اور غیر مسلم کے خون کی حرمت یکساں ہے. اور ان کا قصاص ودیت بھی برابر ہے. اسی طرح مسلم اور غیر مسلم شہری کے حقوق وفرائض یکساں ہیں

- غیر مسلم عبادت گاہوں اور مذہبی رہنماؤں کو تحفظ فراہم کرنا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے. ان کی املاک پر قبضہ کیا جائے گا اور نہ انہیں غلام بنایا جا سکتا ہے۔ ذمیوں کو اپنی املاک پر مالکانہ تصرفات حاصل ہوں گے ان کی ملکیت ورثا کو منتقل ہو گی انہیں اپنی املاک میں بیع، ہبہ، رہن وغیرہ کے تمام حقوق حاصل ہوں گے۔
- جزیہ صرف اہل قتال (combatants) پر عائد ہو گا عورتوں، بچوں، بوڑھوں، معذوروں، راہبوں، عبادت گاہوں کے خادموں، مستقل مریضوں اور غلاموں سے جزیہ نہیں لیا جائے گا۔ جزیہ کی رقم حسب استطاعت مقرر کی جائے گی یعنی مالداروں سے زیادہ متوسط لوگوں سے کم اور غریبوں سے بہت ہی کم جن کا اپنا ذریعہ آمدنی نہیں اور دوسروں کے سہارے گزر بسر کر رہے ہیں ان پر جزیہ معاف ہو گا۔
- عقد ذمہ مسلمانوں کے لیے ابدی لزوم رکھتا ہے یعنی وہ اسے ایک بار باندھنے کے بعد پھر کبھی نہیں توڑ سکتے۔ ذمی خواہ کیسے ہی بڑے جرم کا ارتکاب کرے مسلمانوں کا عقد ذمہ ساقط نہیں ہوتا۔ وہ ان جرائم پر قانون کے مطابق سزا تو پائے گا لیکن ذمہ (شہریت) سے خارج نہیں ہو گا۔ ہاں عہد ذمہ صرف دشمن سے جا ملنے اور صریح بغاوت کر کے فتنہ وفساد پھیلانے کی دو صورتوں میں ساقط ہو گا۔
- ذمیوں کے شخصی معاملات ان کے اپنے شخصی قانون (Personal Law) کے مطابق طے پائیں گے۔ ذمیوں کو ان کی عبادت گاہوں کے اندر اپنے مذہبی مراسم اور قومی شعائر کو ادا کرنے کی مکمل آزادی ہو گی، تاہم انہیں مسلمانوں کے محلوں میں کھلم کھلا اپنے مذہب کے شعائر ادا کرنے اور انہیں اسلام پر معاندانہ حملے کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔
- سفارت کاروں کو تحفظ فراہم کرنا مسلم ریاست کی ذمہ داری ہے.
- اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کی زمہ داریاں یہ ہیں کہ ریاست کی طرف سے عائد جزیہ، خراج اور تجارتی ٹیکس کی ادائیگی ۔ دیوانی معاملات وغیرہ میں قانون اسلامی کی پابندی کرنا۔ مسلمانوں کے دینی شعائر اور حساسات وجذبات کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ مقدسات (شخصیات، ومقامات) کی تعظیم کرنا غیر مسلم شہریوں پر لازم ہے۔

References

1- All Imran, 3 : 64
2-Al-Nahal.90:16.Al-Isra,70:17
3 -Al-Isra70:17
4- Al-Mūmtahena,60:8,9
5- Al-Hankabūt, 46:29
6- Abi Baker ban abi sahal Al-Sarkhsi, sharah Sair Al-Kabir, Beirūt: Dār al-Kutub ,bairout 1986: 13/ 508
7 - Abdul Qadar Odah , Al-Tashrih al jenai al islami, al-qahira maktaba Dar al uroba 1959, 1:307.
Zaidan , abdul kareem, dr, ehkaam Al-Zemiyin wa al-Mostamyin fi al - islam, al-qahira, 1963, 127 .
8- Syad Modudi, islami riyasat, idaara tarjuman al quran Lahore 1992 h, 342
9- Abū Dāwod, Sūlāimān ben Ash'hās ben Ishaq Sājastānī, Al-Sūnān, Dār ul-Fikr, Beirūt:1414 h, j 3, s 170, No: 3052
10-Abū Dāwod, Al-Sūnān, 3: 174

11 -bn Saad , Abū Abdullah Mohammad , al-tabqaat alkabri, Dara Al-Tabah wa alnashar, bairoūt, 1398 h ,1978 hamza, 1:228
12 - Abbū Yousuf , Yaqoob ban ibrahim, kitaab Al-Kheza j, Matbah al salmia Misar, 1352 , 417
13- al-Ksani ,Alaw Ud Din,Abu bkr ban masood ban Ahmad al-Ksani al Hanfi, badae o sanae tarteeb Al-Shray, daar al-kitab alarbi, bairout ,1982 , 7:112
14- Al-Sarkhasi, Shams Aldeen abbu baker Mohammad ban ismael, Al-MabsootAl-Maktbah al- sahadah, qahira misar, 1978 ,5:39
15-Ibn abi Shebah al-Mosanif, 6: 467, No: 32982.
16 - Dr. Wehba Al- Zuheli, al islami wa Adelah, Dār ul-Fikr, Beirūt, Dimashq shaam, 1989, 6: 381
17 - Bukhārī, Mohāmmad ban Ismāel,Al Jameh Al Sāheeh, maktāb al Islamī, Beirūt Lebanon, 1401 , 1981, 4:137
18-all Imran, 3 : 6 8. 90
19-Sūrah Al-Nīsā4:137
20-Bukhārī, Al Jameh Al Sāheeh, 4:139
21من بدل دینہ فاقتلوہ - Abū Dāwod, Sūlāimān ben Ash'hās ben Ishas Sājastānī, Al-Sūnān, Dār ul-Fikr, Beirūt 1414 h, 2:144. Ibn Maja, Al-Sūnān, 2 :848. Ahmed , Masnad Ahmed , 2: 282
22-alshibani, Mohammad ban husn, Al-Seyar ur Kabir, 5:2145
23-Al-Matihi, Mohammad najeeb, irshad Al-ama eli ehkaam Al-Hukm bain ahel alzmh, matba Adbya, misar 1317, 162
Zaidan , dr abdūl kareem, ehkaam Al-Zemiyin wa al-Mostamyin fi al islam: 132
25-Abid, 634
26- Zaidan , Dr abdūl kareem, ehkaam Al-Zemiyin wa al-Mostamyin fi al - Islam :564-560
27 - Al-Qarzawi, Mohammad Yousuf , dr, haqooq ghair almslmin fi Mūjtma al islami, Dar Al-Shrooq, Qahira, 1995 h: 85
28 - Abbū Ubaida Qasim Ibn salam, kitaab Alamwal, Dār ul-Fikr, Beirūt, bairoūt Lebanon ,1408 h 1988 h : 531
29-Al-Māida, 5 : 49